

باب: ۵

مدینی زندگی..... حصہ دوم

ہجرت مدینہ اور اس کے اسباب

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ کو خیر باد کھنا اور مستقل طور پر مدینہ منورہ میں قیام کر کے وہاں ایک اسلامی ریاست قائم کرنا تاریخ اسلام کا ایک اہم باب ہے۔ لہذا اس تاریخی ہجرت کی اہمیت، اثرات، اسباب اور چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

ہجرت کی اہمیت:

نبوت کے تیر ہویں سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب شہر مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ وفات کے بعد مدینہ ہی میں مدفن ہوئے۔ جس سے یہ رب دنیا میں اسلامی دنیا کے مرکز کے طور پر ابھر اور مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی سال سے مسلمانوں کی اسلامی تاریخ سے ہجرتی شروع ہوا۔ مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا آغاز بھی اسی وقت سے ہوا۔

ہجرت کے اسباب:

[۱] اہل مکہ بعثت سے قبل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی احترام کے ساتھ بیش آتے تھے، آپ کو صادق اور امین جیسے القاب سے یاد کرتے اور ہر کوئی آپ کے اخلاق حن کی تعریف میں رطب اللسان رہتا۔ لیکن اعلان نبوت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی صدائیکی اور لوگوں کو ایک رب کی طرف بلا ناشروع کیا تو کفار مکہ آپ کے خلاف ہو گئے اور اپنی بتہ سنت کے عقیدہ پر جمع رہے اگرچہ بعض لوگ ایمان بھی لے آئے کافی محنت اور کوشش کے بعد بھی مکہ میں توحید کی تبلیغ کا حقہ نہیں ہو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق کے لیے طائف کا سفر بھی کیا لیکن وہاں بھی حالات اس سے مخفف نہیں تھے۔ لہذا مجبوراً کوئی اسکی جگہ تلاش کرنی ضروری ہو گئی جہاں کھلم کھلا تو توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ ہوئے۔

[۲] کفار مکے نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور مسئلہ توحید سے انکار کافی نہیں
سچا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشاد و ستوں کو طرح طرح کی
تکفیں دیں جن میں انتہائی سخت اور اذیت ناک سزا میں بھی شامل تھیں، جلتے کو سلوں پر
لنا، گرم ریت پر لٹا کر پیٹ پر پتھر رکھنا، راستوں میں کانٹے بچانا، مختلف قسم کے برے القابات
دینا اور ایسا سلوک کرنا کہ اس کا تصور کرتے ہی روئٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا سو شل بایکاٹ کر دیا گیا اور تین سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا سے
کر شعب الی طالب میں بھی رہے۔

[۳] بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد اہل مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ طور پر مدینہ
آنے کی دعوت دی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے اہل مدینہ کے اکثر لوگ
مسلمان ہو گئے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حفاظت کرنے اور ساتھ
رینے کے عزم کا اظہار کیا۔

[۴] کفار نے اسلام کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل
کی سازش بھی کی اور ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان اس کے لیے منتخب کیا تاکہ اگر بھی ہاشم بدله لینا
چاہیں تو بھی نہ لے سکیں۔

[۵] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت سے یہ بات معلوم
ہو گئی تھی کہ مکہ سے باہر جا کر اسلام کی دعوت و تبلیغ کی را ہیں مزید کھل سکتی ہیں۔ جیسا کہ جہشہ
کی ہجرت میں کفار کے خلاف توقع شاہ جہش نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور انھیں کھل کر اپنے
منہب کی تبلیغ کی اجازت دیدی۔

[۶] یہ سارے عوامل ہجرت مدینہ کا سبب بنے کیونکہ اب مکہ میں مسلمانوں کا رہنا محال
خاللہ زا اللہ تعالیٰ کے حکم: ”لِيَعْبَادُهُ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضَنَا وَاسِعَةٌ فَإِيَّاهُ فَاعْبُدُوهُنَّ“ پر عمل
کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم نادیا۔

ہجرت کے اثرات:

[۱] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں قدم رنجھے ہو جانے کے بعد مدینہ میں رہنے والے قبائل جو آپس میں ہمیشہ دست و گریبان رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف اوری سے بھائی بھائی بن گئے۔

[۲] مسلمانوں کی ایک فوجی چھاؤنی قائم ہوئی اور مسلمان مکہ والوں اور دیگر کفار کے شر سے محفوظ ہو گئے اور آزادی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرنے لگے۔

[۳] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان موافقة یعنی بھائی چارہ قائم کیا جس کی رو سے مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے بھائی بن گئے اور بھائی چارے کی ایسی مثال قائم کی کہ دنیا اس کی نظر پیش کرنے سے تاقیمت قاصر ہے گی۔

[۴] مہاجرین کے سرمایہ دار لوگ مثلًا عبد الرحمن بن عوف، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما وغیرہ کامال ہجرت کی وجہ سے ضائع ہوا تھا یہاں آکر وہ معاشی لحاظ سے مزید مضبوط ہو گئے۔

دوران سفر اہم واقعات:

[۱] نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل مکہ کی جو چیزیں بطور امانت رکھی ہوئی تھیں وہ سب چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم زاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتے ہوئے اپنے بستر پر لٹایا اور تاکید کی کہ علی الصحن یہ سب مال جس کا ہے اس کے حوالے کر کے ہمارے پاس آنا۔

[۲] ہجرت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیرینہ رفیق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ سے دور ثور نامی ایک غار میں آرام کی غرض سے کچھ دیر کے لیے رکے یہ قیام تین دن تک رہا۔

[۳] اہل مکہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روائی اور اپنی ناکامی کا علم ہوا تو بو کھلاہٹ کا شکار ہو گئے اور جلد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں ادھر ادھر بھاگنے لگے لیکن ناکام رہے۔ بالآخر اعلان کیا کہ جو شخص محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کو پکڑ کر لائے گا اسے سوانح انعام

دیا ہائے گا۔ سراقہ نامی ایک شخص نے کوشش کی لیکن منہ کی کھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ کر واپس آیا۔

[۱۲] مدینہ سے کچھ بہر قبانتی مقام پر کچھ قبائل آباد تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پہنچ کر کاشم بن ہدم کے گھر قیام کیا اور یہاں ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی جو تاریخ اسلام میں مسجد قبائل کے نام سے مشہور ہے اور اسلام کی پہلی مسجد ہے ”تَسْجِدًا إِسَّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ“ سے بھی مسجد مراد ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا دورانیہ تقریباً ۱۳۰ ADN رہا۔

[۱۳] آخر دن کے بامشقت سفر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ چہاں اہل مدینہ نے دیواروں اور در ختوں پر چڑھ چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا، معصوم بچیوں نے دف بجا بجا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی۔ لوگوں نے اپنا مال و دولت حاضر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کرنی چاہی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم برکت کی دعا کر کے واپس گرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں حضرت ابوالیوب انصاری کے ہاں قیام کیا اور پھر ان کے گھر کے قریب ایک خالی میدان خرید کر مسجد کی بنیاد رکھی جسے دنیا ”مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے خوبصورت نام سے جانتی ہے۔

ہجرت کے بعد کے حالات

میثاق مدینہ:

ہجرت کے بعد مدینہ میں اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت ہو گئی تھی لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ قریش کی ایذار سانیوں کا تجربہ ہو چکا تھا اس لیے مدینہ طیبہ کے دفاعی انتظامات کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے، دوسری بات یہ تھی کہ چونکہ مدینہ میں یہودی لوگ کافی تعداد میں رہائش پذیر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف سے بھی مخالفت کا نذریش تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے استحکام کے لیے سارے اہل مدینہ کو یہود کو جمع کر کے ایک معاهدہ اور دستاویز تیار کی جسے تاریخ میں ”میثاق مدینہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ معاهدہ چند اہم اور بنیادی شرائط پر مشتمل تھا جن میں سے چیدہ چیدہ شرائط

مندرجہ ذیل ہیں:

- [۱] خون بہا کا جو طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے وہی بدستور قائم رہے گا۔
- [۲] جو قوم یا قبیلہ معاهدہ میں شریک اقوام کے ساتھ جنگ کرے گا معاهدہ میں شریک تمام قبائل پنجتی کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے۔
- [۳] کسی بھی قسم کے اختلاف اور لڑائی کی صورت میں مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے پیش ہو گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ سب کو قابل قبول ہو گا۔
- [۴] ہر قبیلہ اپنے اپنے علاقہ اور محلے میں امن و امان کا ذمہ دار ہو گا، مدینہ کے حدود اور اطراف میں جنگ و جدل پر مکمل پابندی ہو گی۔
- [۵] ایک دوسرے کو کسی بھی قسم کا نقصان دینے سے پر ہیز کیا جائے گا۔ اور آپس میں بھائی چارہ قائم کر کے رہیں گے۔
- [۶] یہود کو مکمل طور پر مذہبی آزادی حاصل ہو گی، ان کی حفاظت ریاست مدینہ کے ذمہ ہو گی۔
- [۷] مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں یہود مسلمانوں کی مدد کریں گے اور قریش کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون نہیں کریں گے۔

نتائج:

- [۱] اس معاهدہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں کو سیاسی طور پر ساتھ مل کر ایک ریاست قائم کر لی جو بعد میں مسلمانوں کی ایک عالمی طاقت بن گئی۔
- [۲] مسلمان ایک ایسی اقلیت سے جو ملکوم تھی اکثریت میں تبدیل ہو گئے۔ اور وہ لوگ جنھیں اونٹ چران انھیں آتا تھا وہ جہاں بانی کے فرائض انجام دینے لگے۔
- [۳] دنیا بھر میں اشاعت اسلام میں تیزی آگئی اور اسلام ایک عالمی مذہب بن گیا۔

مواخاة:

مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آنے سے مسلمانوں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا، چونکہ مہاجرین مکہ کا سب ساز و سامان مکہ میں ہی رہ گیا تھا اور اکثر لوگ خالی ہاتھ مدینہ پہنچتے تھے لہذا ان حالات کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاة یعنی بھائی چارا

قام کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنا یا ہوا یہ رشتہ اتنا مضبوط اور پائیدار ثابت ہوا کہ دنیا آج تک اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

انصار نے اپنی ہر چیز اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ تقسیم کر لی یہاں تک کہ ایک انصاری نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں ایک کو میں طلاق دے دیتا ہوں عدت گزرنے کے بعد تم اس سے شادی کر لینا۔

انصار نے ایسی فیاضی اور دل کھول کر اپنے مہاجرین بھائیوں کے ساتھ تعاون کیا کہ وہ اپنے وطن کو بھول گئے۔ اس بھائی چارہ اور اخوت سے ایک ایسی قوم وجود میں آگئی جو دشمنوں کے لیے دبالت جان ثابت ہوئی، معاشی لحاظ سے مضبوط اور عمل کے لحاظ سے ایک معیاری معاشرہ قائم ہو گیا، ان کی حالت کو دیکھ کر لوگ جو ق در جو ق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

غزوات

تعریف: کفر و اسلام کی ایسی لڑائیاں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نفس شرکت فرمائی ہو۔

معرکہ بدر

جنگ بدر کے اسباب:

[1] بحرت کے بعد مسلمانوں کا مدینہ میں آرام و آسائش سے رہنا کفار مکہ کو ایک آنکھ نہیں بھارتا تھا کیونکہ مشرکین مکہ چاہتے تھے کہ ان کا سکون غارت ہو اور ان کو کہیں بھی چین نصیب نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ مشرکین مکہ نے جب شہر تک ان کا پیچھا کیا تھا لیکن ذلت اور رسوانی کے سوا انھیں کچھ نہ ملا۔ جب شہر کی نسبت مدینہ قریب ہی واقع تھا، مشرکین مکہ نے مدینہ کے رئیس المذاقین عبد اللہ بن ابی کو لکھا کہ یا تو مسلمانوں کو قتل کر دو اور یا انھیں مدینہ سے نکال دوازگر تم نے ایسا نہیں کیا تو ہم تم پر حملہ کر کے نیست و نابود کر دیں گے۔ لیکن بعض وجوہات اور مجبوروں کی وجہ سے وہ اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔

اس دوران تک کے ایک رئیس کو زبان جابر نے مدینہ کی چراغاں کا پر حملہ کرتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جانور اولئے۔ جس سے مسلمان چونکے ہو گئے اور احتیاطی تداریخ شروع کر دیں۔

[۲] ایک بار قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حج کرنے کے لیے مکر گئے۔ امیہ بن خلف کے ساتھ طواف میں مشغول تھے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر اس وقت تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو تم مجھ سے بیچ کر نہیں جاسکتے تھے۔ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا کہ: اگر تم ہمیں حج کرنے سے روکو گے تو ہم تمہارا تجارتی راستہ جو شام کی طرف جاتا ہے روک دیں گے۔

[۳] مشترکین تک نے اکثر قبائل کو مسلمانوں کے ساتھ تعلقات رکھنے سے منع کیا تھا۔ جیسا کہ ۲۲ میں یمن کا ایک سفیر یہ شکایت لے کر آیا قبیلہ مضر اور ان کے حلیف ہمیں مدینہ آئے سے روک رہے ہیں۔

[۴] جنگ بدر کا فوری سبب ۶۲۳ء میں پیش آنے والا واقعہ بنا۔ ہوا یوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن جحش کی قیادت میں ۱۲ آدمیوں کو نکلہ نامی ایک مقام کی طرف بھیجا تاکہ دشمنوں کی سرگرمیوں کی خبر لائے۔ روانگی کے وقت ان کو ایک خط دیا اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ یہ خط دو دن بعد کھولنا، نکلہ پہنچ کر عبد اللہ نے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ: نکلہ میں قیام کرو اور دشمن کی سرگرمیوں پر نظر رکھو اور مجھے اطلاع دو۔ اتفاقی بات تھی کہ عبد اللہ کی وہاں قریش کے ایک قافلے سے مذکور بھیڑ ہو گئی اور قریش کا ایک سردار ابن الحضری مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ عبد اللہ نے باقیوں کو گرفتار کیا اور مال غنیمت لے کر اگما جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور مال غنیمت لینے سے انکار کیا۔

انہی دنوں قریش کا ایک قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام سے واپس آ رہا تھا کسی نے افواہ اڑا دی کہ مسلمان اس قافلے کو لوٹنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس بات سے قریش کو سخت صدمہ ہوا اور وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف ابوسفیان

ساحل راستے صحیح سلامت مکہ پہنچ گیا، ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ فوجِ روانہ ہو چکی ہے لہذا اس نے قاصدِ وزادیے کہ ہم واپس پہنچ گئے ہیں اور خطرے کی کوئی بات نہیں، جنہے کے مقام پر قاصد نے ان کو جایا اور ابوسفیان کا پیغام دیا۔ یہ سن کر بعض پسر سالاروں نے واپسی کی رائے دی لیکن ابو جبل اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بالآخر عدی اور بنی زہرہ کے قبائل واپس ہوئے اور ابو جہل باقی فوج کو کربدر کے میدان کی طرف بڑھا۔

میدان کارزار:

قریش پہلے سے مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر واقع بدر نامی کاؤں جہاں عرب کا سالانہ میلہ لگا کرتا تھا پہنچ گئے تھے اور جنگی لحاظ سے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو ترتیب دے کر دعا فرمائی:

”اَنَّ اللَّهَ أَكْرَمُ مَنْ دَعَاهُ، أَنَّ أَكْرَمَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ دَعَاهُ
لِيَا كوئی نہیں رہے گا۔“

مشرکین مکہ کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی جن میں اکثریت نے لوہے کی زر ہیں پہن رکھیں تھیں۔ ابو لہب کے سوا قریبًا تمام سردارانِ قریش اس لشکر کا حصہ تھے۔ لشکر کا پس سالار نبہ بن ربعہ تھا۔ مسلمانوں کے پاس اسلجہ نہ ہونے کے برابر تھا، چند اونٹ اور گنٹی کے گھوڑے تھے اور سپاہیوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی جو مشرکین مکہ سے تین گناہ کم تھی۔

حران گن منظر:

تاریخِ عام میں یہ منظر پہلی بار دیکھنے کو ملتا ہے کہ بھائی بھائی کے، بھانجما ماموں کے اور بیٹا بیپا کے خلاف تکوar لیے میدان میں اترے ہیں۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے رشتوں کو داؤ پر لگا دیا گیا۔ یہاں لحاظِ حال تو صرف ایک ہی رشتہ کا تھا اور وہ تھا اسلام کا رشتہ۔

جمعہ کے دن باقاعدہ لڑائی شروع ہوئی، عرب دستور کے مطابق پہلے دُوبُدُ مقابلہ ہوا مشرکین کی صفوف سے عتبہ، اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید میدان میں نکلے۔ ان کے مقابلے کے لیے نبی السیف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانب اسروں میں سے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے چھ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، عم زاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث تکوار لے کر نکلے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ولید کو دھیر کر دیا۔ شیبہ کے دارے سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے مگر دیکھتے ہی ویکھ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو داصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سر بلندی عطا کرنی تھی اس لیے کفار کو عبرت انک شکست ہوئی اور ان کے ستر آدمی جان سے مارے گئے جن میں ابو جہل اور عتبہ جیسے بڑے سردار بھی شامل تھے جبکہ انکر اسلام کے صرف ۱۳ پاہی راہ حق میں شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہوئے۔ جن میں سے چھ کا تعلق مہاجرین اور آٹھ کا تعلق انصار سے تھا ابو جہل کو دو کسن نوجوانوں معاذ اور معوذ نے مار گرا۔ جبکہ عتبہ، اسد اللہ در رسول سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا۔

مسلمانوں کی فتح کے اسباب:

افرادی قوت، اسلحہ، سواریوں اور دیگر جنگی ساز و سامان کی کمی کے باوجود مسلمانوں کی شاندار فتح میت الہی کا واضح ثبوت تھا لیکن اس میں مندرجہ ذیل چند دنیاوی اسباب کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

[۱] بارش: جس کا اثر دونوں جانب ایک جیسی انسیں تھا بلکہ مشرکین کی طرف جو زمین تھی اس میں مٹی ہونے کی وجہ سے کچھ بن گئی اور مسلمانوں کی زیر قدم زمین چونکہ رہتلی تھی وہاں بارش کی وجہ سے ریت بیٹھ گئی اور زمین مضبوط ہو گئی۔

[۲] مشرکین کا آجس کا بغض و نفاق: اس لیے کہ عتبہ اور دیگر کمی سردار شروع ہی سے اس لڑائی کے حق میں نہیں تھے۔

پڑا کام مقام:

(۱۴) میدان کے جس حصے پر مسلمان قابض تھے وہ پڑھائی پر واقع تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ نظر آ رہی تھی جبکہ مشرکین نکل کر فوج نیشنی جگہ پہنچا اُذان لے ہوئی تھی، یہی وجہ تھی مشرکین مسلمانوں کی تعداد سے مرغوب ہو کر فکست کھا گئے۔

(۱۵) سورج: مسلمان میدان کے ایسے حصے پر تھے جہاں سورج ان کی پشت پر پڑتا تھا جبکہ مشرکین نکل کر سورج کے یہی مقابل تھے جس کی وجہ ان کی آنکھیں چند یا جاتیں۔

(۱۶) مشرکین نکل کر کی فوجی ترتیب درست نہیں تھی جبکہ دوسری طرف مسلمانوں کی صف پندی خود استاد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور تیر لے کر ان کو سیدھا کر دیا تھا۔

(۱۷) مسلمان مجاہدوں نے رات بھر بے فکر ہو کر نیند کے مزے لیے تھے جبکہ مشرکین نکلے ہیں اور بے قراری میں رات بھر لمحے بھر کے لیے بھی آرام نہ کر سکے جس کی وجہ سے وہ صح تازہ دم نہ ہونے کی وجہ سے قدم جما کر لڑائی میں شرکت نہ کر سکے۔

معرکہ ہدر کے نتائج:

اسلام اور کفر کے مابین جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں سب میں معرکہ بدر ایک خاص اہمیت کا حامل معرکہ جانا جاتا ہے۔ اس لیے کہ:

(۱۸) وہ لوگ جو دوسروں کی چیزہ دستیوں سے ننگ آگر اپا شہر چھوڑ آئے تھے، آج اس قابل ہوئے کہ عرب کے مانے ہوئے جنگجوؤں کو ہتھیاروں سے لیس ہونے کے باوجود عبرت ایک ٹکست سے دوچار کریں۔ جس کی وجہ سارے عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

(۱۹) قریش کے بڑے سردار قتبہ، ابو جہل، شیبہ، امیہ بن خلف وغیرہ کام آئے جس کی وجہ سے قریش کی ہمت پست ہو گئی اور ان کی قوت ختم ہونے لگی۔

(۲۰) مسلمانوں کے حوصلے بلندی کی چوٹی کو چھو نے لگے، اور ان کے دل سے ہجرت کا دہ زخم اور احساس مند مل ہوا اور انہیں احساس ہوا کہ وہ ایک آزاد قوم ہیں جو اپنے دشمن کی آنکھ چھوڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

[۴] اس فتح سے جہاں مشرکین کے عزائم خاک میں ملے وہیں منافقین اور وہ قبائل بھی خوف زده ہوں گے ایک طرف ہو گئے جو حالات کے دھارے کو دیکھ رہے تھے اور مسلمانوں کے خاتمہ کے متنی تھے، انھیں معلوم ہوا کہ مسلمان اپنی حفاظت کی الہیت رکھتے ہیں اور کسی بھی قسم کی جارحیت کامنہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔

[۵] یہودیوں کو میثاق مدینہ کی رو سے مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہیے تھا لیکن انہوں نے عین لڑائی کے وقت غیر جانبدار رہنے کا اعلان کیا۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی یہ تحوزی کی تعداد ختم ہو جائے گی اور ہمارا راج ہو گا لیکن جب ان کی ساری تمنائیں خاک میں مل گئیں اور انھیں اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا تو انہوں نے حد میں آکر معاهدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی۔ جس کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے سب سے پہلے یہود کے قبیلہ بنو قینقاع کو مدینہ سے باہر نکال دیا۔

[۶] مسلمانوں کا اپنے رب کریم پر ایمان اور بھی مضبوط ہوا اور انھیں یقین ہوا کہ ان کا رب کبھی بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔

جنگ قیدیوں سے سلوک:

دورانِ جنگ قید ہونے والے کافروں کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک جنگ بدر کی وہ حسین اور تاریخی یادگار ہے جو تاریخ میں سنہرے الفاظ کے ساتھ تاقیامت لکھی رہے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالدار قیدیوں سے فدیے لے کر انھیں رہا کر دیا اور جو غریب تھے فدیہ نہیں دے سکتے ان کے لیے یہ فدیہ مقرر کیا کہ ان میں سے ہر ایک دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو انھیں رہائی مل جائے گی۔

جنگ احمد، وجوہات، واقعات اور نتائج

وجوہات:

جنگ بدر میں مشرکین کو جس ہریت اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا اس کو بھولنا آسان نہیں تھا اور پھر ان کے ستر لوگ مارے گئے تھے جن میں ان کے سردار ابو جہل اور عتبہ جیسے لوگ بھی شامل تھے، یہی وجہ تھی کہ ابھی انتقام کی آگ میں جل رہے تھے الہذا انہوں نے اپنی بے عزتی اور سرداروں کی موت کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔

عتبه اور ابو جہل کے بعد ابوسفیان قریش کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ ابوسفیان نے قسم اٹھائی کہ جب تک میں مقتولین بدر کا انتقام نہیں لوں گا تب تک نہ میں نہادوں کا اور نہ ہی سر میں تسل لگادوں کا۔ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے تقریباً بدر کے تین یا چار مہینے کے بعد دوسرا ونڈ سواروں کو ہمراہ لے کر اس نے مدینہ کے قریب عریض نامی مقام پر حملہ کیا جہاں کچھ مکانات، گھاں پھوس اور کھجوروں کے چند درختوں کو اگ لگا کر واپسی کی راہ لی۔ بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدر نامی ایک مقام تک اس کا پیچھا کیا۔ ابوسفیان کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب کی خبر ہوئی تو بھاگ نکلا اور اپنا بوجہ ہلاکرنے کے لیے اپنے ساتھ لائے ہوئے ستون کے بورے راستے میں پھینکتا گیا۔ اسی مناسبت سے اس کو غزوہ سویق کہا جاتا ہے۔

اس حملے سے مسلمانوں کو کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ بعض موئین نے اس کو "بدر تانی" کا نام بھی دیا ہے۔

ابو جہل کا بیٹا اور قریش کے وہ لوگ جن کے اعزہ بدر میں مارے گئے تھے ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ تجویز اس کے سامنے رکھی کہ شام سے آنے والے قافلہ تجارت نے جو منافع کیا تھا [جو کہ ابھی تک بطور امانت رکھا ہوا تھا] مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں پر خرچ کر دیا جائے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کیا اور زور و شور سے جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ اُب کے مشہور شاعر جحجمی اور سانح نے اپنی آتش بیانی سے عرب قبائل کے جذبات کو بھڑکایا ایک سال تک تیاری کے بعد تین ہزار کا لشکر لے کر ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوا۔ معزز گھرانوں کی

عورتیں جن میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی شامل تھی لشکر کے ساتھ گئیں تاکہ ان کو غیرت دلائیں، مردوں کا اشتغال بڑھے اور وہ میدان جنگ سے منہ موز کرنے بھاگیں۔ قریش نے مدینہ سے شمال کی جانب احمد کے پہاڑ کے قریب پڑا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید ناعباس جوا بھی حلقہ بجوش اسلام نہیں ہوئے تھے اور مکہ ہی میں رہائش پذیر تھے انہوں نے قریش کے حالات لکھ کر انتہائی سرعت کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کر دیے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند معتمد آدمیوں کو خبر لانے کے لیے بھیجا انہوں نے آکر کہا کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب پہنچ ہی گیا ہے اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ لیا کہ کیا کیا جائے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر ہی ان کا مقابلہ کیا جائے۔ رئیس المناقیب عبد اللہ بن ابی نے بھی اس رائے کی حمایت کی لیکن بہت سارے نوجوان جو کہ بدر کے مرعکے میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ چاہتے تھے کہ میدان میں نکل کر ہی ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اصرار اور جذبہ کو دیکھتے ہوئے زرہ بیکن لی اور ایک ہزار سپاہیوں کو لے کر مقابلہ کے لیے مدینہ سے باہر نکلے۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس مدینہ آگیا، رئیس المناقیب کی واپسی کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات سو مجاہدین باقی رہے جن میں مسلح مجاہدین کی تعداد صرف ایک سو تھی۔

جو ش ایمان اور جذبہ جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے ہتھیار نہ ہونے کے باوجود میدان جنگ میں کو دگئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ میں مجاہدین کی صفوں کی ترتیب ایسی رکھی کہ پشت احمد نامی پہاڑی کی طرف تھی۔ احمد کے پہاڑ میں ایک درہ ایسا تھا جہاں سے دشمن کسی بھی وقت حملہ آور ہو سکتا تھا اسی خطرہ کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن جبیر کی قیادت میں چھاس تیر اندازوں کا ایک دستہ اس پر مقرر کیا تاکہ دشمن کو یہاں سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ ملے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ تاکید بھی فرمائی کہ چاہے ہمیں فتح ہو یا نشکت تم نے یہاں سے ہلن انصیح۔

میدان کارزار:

مسلمان مجاہدین انتہائی شوق اور جذبے سے اڑ رہے تھے میدان جنگ کا منظر لمحہ ب لمہ بدل رہا تھا، لہائی زور و شور سے جاری تھی مسلمان مجاہدین کے ہاتھ توڑ جملوں سے دشمن کی مفوں میں قیامت برپا تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسلسل اور پے در پے جملوں سے مشرکین میں بدحواسی پھیل گئی یہاں تک ابوسفیان جیسا ماہر جرنیل بدحواس ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے کی راہ تلاش کرنے لگا۔ میدان جنگ کی یہ صورت حال دیکھ کر پہاڑی پر بیٹھے ہوئے گردہ نے سمجھا کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی ہے اکثر ساتھیوں نے درہ چھوڑ کر میدان جنگ کی طرف جانے کی رائے دی جبکہ بعض کی رائے تھی کہ چونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ چاہے کچھ بھی ہوتم نے یہاں سے نیچے نہیں آترنا اس لیے ہمیں یہیں رہ رہنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے۔ بہر حال پچھاں میں سے چالیس افراد نے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے وہ جگہ چھوڑ دی اور میدان جنگ کی طرف دوڑے چلے آئے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے نے جب یہ راستہ خالی دیکھا تو یہیں سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمان چونکہ اس حملے سے غافل تھے اس لیے کھلبی مج گئی۔ میدان جنگ جو کچھ دیر پہلے پر سکون ہو گیا تھا دوبارہ گرم ہوا اور تکواروں کی جنکار سنائی دیتے لگی اسی دوبارہ کی گرمائی میں جبشی غلام و حشی نے سید الشداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اور جنگ نے ایک نیارخ اختیار کیا کچھ دیر پہلے مسلمانوں کا پله بخاری تھا اچانک صور تھاں بدلت گئی اور قریش جو مغلوب ہو چکے تھے غالب ہوتے نظر آنے لگے۔ اور اس افواہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا کہ [معاذ اللہ] نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ یہ سمنا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کا نپنے لگے اور ایک ایسی بدحواسی پھیل گئی کہ صفين منتشر ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چودہ جانشیر باقی رہا گئے اور تربانی کی لازوال داستان رقم کی۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے ستر زخم لگے اور ہمیشہ کے لیے ایک ہاتھ سے محروم ہو گئے۔ اچانک ہی کسی طرف سے کافر کا پھینکا ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو

دانست مبارک شہید ہو گئے۔ ایک بدجنت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر تکوار ماری جس سے خود کی دوکڑیاں چہرہ انور میں چھپ گئیں۔ لیکن رحم و کرم کے اس پیکر نے اس وقت بھی ان لوگوں کے لیے بد دع انجیس فرمائی بلکہ فرمایا:

”اللَّهُمَّ اهِدْنَا مِنْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“

”یا اللہ! تو میری قوم کو ہدایت دے اس لیے کہ وہ میر امرتبہ نہیں جانتی۔“

حالات کچھ سنبھل گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ترسی بی پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب کی کوشش کی مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پھر مار مار کر اسے واپس کر دیا۔ مسلمان مدینہ کو واپس جانے لگے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مشرکین مک راست سے واپس نہ آجائیں اور دوبارہ حملہ نہ کر دیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً اٹھ میل تک ان کا پیچھا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اندیشہ کا اظہار کیا تھا وہ بالکل درست ثابت ہوا، ہو ایوس کہ ابوسفیان جب روحاء کے مقام تک پہنچا تو اسے خیال آیا کہ واپس جا کر مسلمانوں کا قلع قلع کرنا چاہیے اس بارے میں اس نے اپنے امراء سے مشورہ لیا اس پر بنی خزانہ کے ایک شخص نے بتایا کہ مسلمان پوری جیاری کے ساتھ پیچھے آرہے ہیں یہ سن کر ابوسفیان نے خاموشی کے ساتھ مک کی طرف سفر جاری رکھا اور اپنے خیال کو عملی جامہ پہنانے سے رک گیا۔

جگہ احمد کے فتاویٰ:

[۱] مشرکین کو اگرچہ بقایہ میدان جگہ میں فتح ہوئی لیکن وہ مدینہ میں داخل نہ ہو گے جب کہ یہ بات بھی شک سے بالاتر ہے کہ اس جگہ میں مسلمانوں کا نقصان مشرکین سے بہت زیادہ ہوا کہ مشرکین کے میں یا بائیکس آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کے ستر جانباز جام شہادت نوش کر گئے لیکن دوسری طرف یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکین کی تعداد تین ہزار جبکہ مسلمانوں کی تعداد سو تھی اور اسلحہ و ہتھیار میں بھی ان سے بہت ہی کم تھے لیکن اس کے باوجود کفار کے مسلح لشکر کو یوں چھے چھوانتا اور مدینہ میں

اٹل ہوئے بغیر ان کو والیں کر دیا تھا ایضاً حقیقت لجھتی تھی۔ مسلمانوں نے مشرکین کا پیچا کر کے لجھا رکن برقرار رکھا، اس الحاظت سے یہ جنگ فصلہ کن ٹاہت ہوئی۔

(۱۲) اس جنگ سے مسلمانوں کے رعب اور دبردہ کو اتنا نقصان ضرور پہنچا کہ عرب کے جو قبائل جنگ پر لجھ سے مر گوب ہو گر خاموش دمک گئے تھے وہ یہ حالت دیکھ کر دوبارہ سر اخانے لگے۔

غزوہ خندق [احزاب]

ردیوں:

مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان تیسرا بڑی باقاعدہ لڑائی جنگ احزاب کے نام سے مشہور ہے، احزاب حرب کی جماعت ہے بمعنی جماعت۔ اس کو جنگ احزاب اس لیے بولتے ہیں کہ اس میں یہود، دیگر قبائل عرب اور قریش مکہ نے مل کر مسلمانوں کے خلاف ایک معاونت کر لیا تھا۔ اس کو جنگ خندق بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس میں مسلمانوں نے مدینہ کے گرد ایک بہت بڑی خندق کھودی تھی۔

(۱۳) سب سے بڑی وجہ تو اس جنگ کی کفر اور اسلام کی پرانی کلمش تھی۔ جو شروع سے اسلام اور کفر کے درمیان چلی آرہی تھی

(۱۴) تمام قبائل بت پرستی کے داعی اور اسلام کو ختم کرنے کے درپے تھے، اسلامی اخلاق کی ٹالفت اور پروری چکاری کے عادی تھے۔ انھیں ڈرتاکر اگر مسلمان غالب آگئے تو ہمارے دھندے بند ہو جائیں گے اس لیے انھوں نے بھی مسلمانوں کے خلاف اپنی خدمات پیش کیں۔ مختلف قبائل اور یہود کے ملاپ سے بہت کم وقت میں چوبیس ہزار فوجیوں پر مشتمل ایک بہت بڑا لشکر تیار ہوا اور ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اس دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر جا کر لڑائی کرنا مناسب نہ سمجھا اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عزیز کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مدینہ کے گرد ایک بڑی خندق کھودی۔ پانچ پانچ گز مکن گہری کھدائی کر لی گئی جو میں دن میں مکل ہوئی خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں کام نیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔

دشمن نے تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ کیے رکھا اور خندق پار سے مسلمانوں پر ہجوم بر ساتھ رہے لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے تاکہ آگر انہوں نے خندق کے حملے سے عمل گردیا جس کی پورزاںی کم تھی۔ مسلمان تیار بیٹھے تھے حملہ ہوتے ہی جتنے بھی لوگ اندر داخل ہوئے سب کو جہنم رسید کر دیا۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ لکا۔

ایک قلعہ میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے تھے یہودیوں نے اس پر حملہ کرنا چاہا تھا ارادہ لے گرا ایک بدجنت قلعے کے پھانک تک پہنچا لیکن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا [آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی] نے اوپر سے پھر مار کر اسے ڈھیر کر دیا اور اس کا سرکاش کر کر یہودیوں کی طرف پھینک دیا، یہ دیکھ کر یہود سمجھے کہ یہاں بھی فوجی جوان موجود ہیں لہذا پھر کسی نے ادھ کا رخ نہیں کیا۔ طویل محاصرے کے بعد بالآخر خوراک کی کمیابی نے دشمن کو پسپا کرنے پر مجبور کیا اور یہود مشرکین کے اور یہود کی مشترک کہ فوج محاصرہ ختم کر کے ناکام و نا مراد کے لوث گئی۔

متأنج:

[۱] مشرکین کی اس ناکامی اور نامرادی سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور ان کا وقار دنیا میں اور بھی بڑھا۔

[۲] مسلمانوں کی کامیابی سے مدینہ کی اطراف میں آباد قبائل نے اچھا تاثر لیا اور وہ دل سے مسلمانوں کے معافون بنے۔

[۳] یہود کو مدینہ سے نکال دیا گیا جو مسلمانوں کے لیے ایک بڑا خطرہ تھے۔ جنگ احزاب جیتنے سے مدینہ کی فضا یہود کی ناپاکی سے پاک ہو گئی۔

صلح حدیثیہ

حج کا ارادہ:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم جمعیں کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن ۶۵ کے اختتام پر عمرہ کا ارادہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعیں کو تاکید فرمائی کہ کوئی شخص نیام میں پڑی ہوئی تلوار کے علاوہ کسی بھی قسم کا ہتھیار اپنے ساتھ لے کر نہ جائے۔ تاکہ قریش کو

امان نہ ہو کہ مسلمان مکہ پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ عرب میں ایام حج میں جنگ حرام بھی جاتی تھی یہاں تک کہ دشمن کو بھی ان دونوں میں زیارت کعبہ کی آزادی کے ساتھ اجازت تھی، لیکن مشرکین مکہ کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے مقابلہ کرنے کا تھی کر لیا۔

مذاکرات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے کچھ فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر پڑا اور قریش کو بطور اطلاع خبر دی کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں۔ قریش نے تمام حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے آدمی عروہ بن مسعود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا۔ دورانِ گفتگو غروہ کی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تلخ کلامی ہو گئی جس کی وجہ سے یہ مذاکرات ناکام ہو گئے۔

بیعتِ رضوان:

مذاکرات کی ناکامی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تم چاہو تو عمرہ کرو لیکن کسی اور کو ہم اجازت نہیں دیں گے۔ بعد میں انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نظر بند کر دیا۔ جب سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس نہیں آئے تو مسلمانوں میں یہ غلط خبر مشہور ہو گئی کہ مشرکین مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے مسلمانوں سے بیعت لی کہ اگر قریش کے ساتھ جنگ کی نوبت آئی تو وہ جان قربان کرنے سے دربغ نہ کریں گے چونکہ اس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین پر اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا اس لیے اسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔

قریش کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کر کے زید گفت و شنید کے لیے اپنے سفیر سہیل بن عمر و کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، کافی بحث و تحقیص کے بعد فریقین کے درمیان درج ذیل شرائط کی بیاناد پر صلح ہو گئی۔

[۱] مسلمان اس سال کعبہ کی زیارت کئے بغیر واپس جائیں گے۔ اگلے سال آئیں تو نیام میں پڑی تلوار کے سوا کوئی ہتھیار لے کر نہیں آئیں گے۔ مکہ میں ان کے قیام کا دورانیہ صرف تین دن ہوگا۔

[۲] مکہ میں جو مسلمان پہلے سے موجود ہیں انھیں اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اسے روکیں۔

[۳] کافروں میں اگر کوئی مسلمان ہو کر مدینہ جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں آجائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

[۴] قبائل کو اختیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں شریک ہو جائیں۔

[۵] معاهدہ کی مدت دس سال ہو گی۔

ظاہر یہ سب شرائط مسلمانوں کے خلاف تھیں خاص طور پر آخری شرط تو مسلمانوں کو بہت ناگوار گزرا۔ جب یہ شرائط لکھی جا رہی تھیں تو سہیل کا بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور مکہ میں قید تھا، وہ کسی طرح بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آملا اور اپنے زخم دکھا کر مدد کی اپیل کی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے فرمایا کہ ابھی شرائط لکھی نہیں ہیں لہذا ابو جندل کو ہمارے ساتھ جانے دو لیکن اس نے منظور نہیں کیا چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی مخالفت کے باوجود ابو جندل کو سہیل کے حوالے کر دیا۔

صلح کی یہ شرائط سیدنا علی رضی اللہ عنہ لکھ رہے تھے شروع میں جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو سہیل نے کہا کہ ایس انھیں بلکہ صرف "باسیک اللہم" لکھو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایسا ہی لکھو جیسے سہیل چاہتا ہے پھر علی رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ لکھا تو سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ اسی "رسول" کا تو جھگڑا ہے صرف "محمد" ہی لکھو اور رسول اللہ کا لفظ منادو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رسول اللہ کا لفظ منانے کا حکم دیا لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں مٹا سکتا لہذا خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منادیا۔

صلح حدیبیہ سے اگرچہ ظاہر مسلمانوں کی مغلوبیت جھلک رہی تھی لیکن فی الحقيقة یہ
جس تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح میں اسے فتح میں قرار دیا ہے۔

[۱] صلح ہو جانے کے بعد مسلمان آزادی کے ساتھ مکہ آتے جاتے رہے جس سے قریش مکہ
میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور بہت سارے قریش حلقہ بجوش اسلام ہو گئے۔

[۲] یہی صلح بعد میں فتح مکہ کے لیے پیش خیمه ثابت ہوئی، ہوا یوں کہ قریش نے معابدہ
بعض شر لاط کی خلاف درزی کی اور مسلمانوں کو حملہ کرنے کا بہانہ ہاتھ آگیا۔

[۳] قریش کاملاً اکرات کے لیے آمادہ ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو
ایک طاقت بمحبت تھے جب ہی تو وہ مذاکرات کے لیے آمادہ ہو گئے۔

فتح مکہ کی وجوہات، واقعات اور اہمیت

اسباب:

[۱] حق و باطل کی کشمکش:

حق و باطل ہمیشہ ایک دوسرے سے بر سر پیکار رہتے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کی بعثت کے بعد بھی یہی ہوا اور کفر و اسلام کی کشمکش کا آغاز ہوا۔ اس کشمکش کا خاتمہ اس طرح
ہوا کہ دونوں میں سے ایک غالب اور دوسرا مغلوب ہو جائے۔ صلح حدیبیہ سے اتنا ہوا کہ
قریش نے یہ بات تسلیم کر لی کہ حج اور عمرہ مسلمانوں کا حق ہے۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ
وسلم عمرہ کی اوائلی کے لیے مک گئے تو قریش کے بڑے روشناسبر سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ
مسلمانوں کو طواف کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے کہ اس سے ان کے عقائد پر زد
پوری تھی۔

دوسری طرف ایمان والوں کو یہ بات پریشان کیے جا رہی تھی کہ خانہ کعبہ کے اندر بت
پڑے ہوئے ہیں اور ہم اس کا طواف کر رہے ہیں۔ وہ ان بتوں کو یہاں سے اڑانے کی فکر میں
تھے۔

[۲] قریش کی بخواہد پر چڑھائی:

عرض دراز سے عرب کے دو قبائل بونوکر اور بخواہد کے درمیان چپکلش چل آرہی تھی صلح حدیبیہ کے بعد بخواہد نے مسلمانوں سے اتحاد کر لیا جبکہ بونوکرنے قریش کا دامن تحتم لیا۔ کچھ عرصہ بعد نبی ﷺ نے قریش کی شہر پر بخواہد پر دھاوا بول دیا، قریش نے معاهدہ کی کھل خلاف ورزی کرتے ہوئے ان کی مدد کی۔ بخواہد نے حرم میں پناہ لی، زمانہ جاہلیت سے ترم میں خونریزی حرام چل آری تھی لیکن نبی ﷺ نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حرم کے اندر ہی پناہ گزنوں کو مار دیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو سخت برہم ہوئے اور قریش کے پاس قاصد بھیجا اور ان کے سامنے تین شرائط رکھے کہ یعنیوں میں سے کوئی ایک آپشن قبول کرو۔

[۱] محتلوں کا خون بھالا کیا جائے۔

[۲] قریش بونوکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

[۳] علی الاعلان حدیبیہ کے مقام پر ہونے والے معاهدہ کو كالعدم تصور کیا جائے۔

قریش نے طاقت کی گھمنڈ میں آکر تیری شرط کو منتخب کیا لیکن بعد میں انھیں احساس ہوا کہ ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے لہذا قاصد کی روائی کے فوری بعد انھوں نے ابوسفیان کو تجدید معاهدہ کے لیے مدینہ بھیجا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا۔ ابوسفیان نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہاں تک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعیں سے بھی سفارش کروانی چاہی لیکن کسی نے بھی سفارش نہیں کی، اور ابوسفیان خائب و خاسرو اپس چلا گیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک صحابی جن کا کچھ مال و اسباب اور گھر والے مکہ میں تھے ان کی حفاظت کے پیش نظر ایک خط میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاریوں کا حال لکھ کر خفیہ طور پر ایک عورت کے ہاتھ مکہ کی طرف بھیجنے کی کوشش کی لیکن وہ عورت راستے میں پکڑی گئی، چونکہ وہ صحابی رسول جانتے تھے

کہ اہل کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتے چاہے وہ جتنی بھی تیاری کر لیں البتہ اتنا ہو جائے کہ اہل کہ پر میرا احسان ہو جائے گا اور اس احسان کے بدلتے وہ میرے گھر والوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ چونکہ یہ خط منافقت پر بنی خط نہیں تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ قصور معاف کر دیا۔

تمامی:

[۱] سیدنا ابو رایم علیہ السلام اور سیدنا امام اعیش علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی عمارت کے لیے رکھی تھی۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ گھر بیت المقدس بن یمن، عرب کے بت پرستوں نے یہاں سینکڑوں بت لا کر رکھ دیئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر کو بتوں سے پاک کر کے بیت اللہ بنایا اور اس کی پرانی رونقیں واپس آگئیں اور بہت زمانہ کے بعد یہاں سے توحید کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

[۲] قریش کی حیثیت مک میں ایک مذہبی رہنمائی تھی، فتح مک سے قبل قریش نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، عرب قبائل کے قریش سے دوستانہ تعلقات تھے اس لیے وہ اس انتظار میں تھے کہ قریش کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں پھر جیسے ہی قریش نے اسلام قبول کیا تو تمام قبائل جو قریش کے رد عمل کے منتظر تھے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

لوگوں کا وفد درود اسلام قبول کرنے کے لیے آنے کی وجہ سے اس سال کو عام الوفود کا نام دیا گیا سورۃ النصر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ دیگر قبائل قریش کے اسلام لانے کا انتظار اس لیے کرتے تھے کہ ان کا خیال تھا کہ قریش اللہ کے مقرب لوگ ہیں جب یہ مسلمان ہو گئے تو ہم بھی ہوں گے۔

[۳] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مک کے بعد دیگر فاتحین کی طرح اہل کہ پر ظلم و ستم نہیں کیا بلکہ "لَا تُثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" [تم پر کچھ الزام نہیں] کہہ کر سب کو معاف کر دیا اور عام اعلان زیما کہ جس نے ابوسفیان کے گھر میں پناہ لی اسے پناہ حاصل ہو گئی، جس نے اپنے گھر کے دروازے کو بند کیا اسے بھی امان ہے اور نہ ہی بزور شمشیر اپنا مذہب منوانے کی کوشش کی بلکہ

انہائی فرم اور بھڑکنے سلوگ گر کے ان کے داؤں کو مختڑ کیا، یوں اسی مکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم و گرم اور عطود در گلر سے مٹاڑا ہو گر اسلام کے سپاہی بن گئے۔

غزوہ تبوک

۹۷ کے ماہ رجب میں ہمی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ شام میں رہائش پر یہ عیسائیوں نے مشورہ جریل طسمی کی قیادت میں ایک بڑی دل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کی تیاری کر لی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ افواہ بھی زبان زد عالم ہو گئی کہ ہر قل روم نے بھی ان کا ساتھ دینے کے لیے تربیا چال پس ہزار کی فوج روانہ کر دی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تیار ہو جانے کا حکم دیا، پچے مسلمان تیاری میں لگ گئے جب کہ مخالفین کامارے ڈار کے بر احوال تھا تو انکے یہ قحط کا زمانہ تھا اور سخت گرمی پر رہی تھی اس لیے پچھک مخالفین کے لیے کڑی آر ماش تھی وہ خود تو شرکت کرنے سے رہے دوسروں کو بھی بہ کاٹے اور کہتے کہ اس گرمی میں نہ چاؤ، راستے میں موت آگئی تو کیا کرو گے؟ لیکن ان کی سازشیں بے کار ہو گئیں اور چند ہی دنوں میں تیس ہزار کی ایک بڑی فوج تیار ہو گئی۔

ہمی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں ہزار مجاہدین کو لے کر روانہ ہو گئے، جب تبوک کے مقام پر پہنچنے تو معلوم ہوا کہ یہ افواہ تھی اور اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ تاہم میں دن تک مسلمان تبوک کے مقام پر رہے اور ارد گرد کے عیسائی مکرانیوں کو مطیع و فرمانبردار بنا کر داپس اونے۔

خطبہ حجۃ الوداع:

حجۃ الوداع یعنی آخری نیجت ۱۰۸ یعنی وہ زمانہ جب پورے عرب میں اسلام کی روشنی پھیل گئی تھی اور عرب کا کونہ کونہ اسلام کی صدائیں سے گونج رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت، کوشش، جدوجہد اور بے پناہ قربانیوں سے ایک ایسی جماعت وجود میں آچکی تھی جو اللہ کے فضل سے ساری دنیا کو راہ راست پر لانے کی طاقت رکھتی تھی۔ انہی دنوں ایک سورت نازل ہوئی "إذَا جَاءَهُ نَصْرٌ مِّنْ أَنْفُسِهِ فَلَمْ يَكُنْ فِي الْأَرْضِ مِنْ حَمْرَةٍ مُّبَحَّثَةٍ إِلَّا مَا يَرَى" کہ جب اللہ کی مدد آپنی اور فتح [مکہ] حاصل ہو گئی

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں کہ لوگ جو ق در جو ق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں آپ رب کی تسبیح بیان کیجیے اور استغفار کیجیے وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس آیت میں کس چیز کی طرف اشارہ ہے یہ بات عام لوگوں کی سمجھتے بالآخر تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دور رس نگاہیں اصل تھے تک پہنچ گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اب میری ذمہ داریاں ختم ہو چکی ہیں اور دنیا میں رہنے کا اب کوئی جواز نہیں چاہے۔ چنانچہ ہجرت کے دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج ادا کرنے کا عزم کیا اور ارد گرد کے تمام عرب قبائل کو اس کی اطلاع بھی دیدی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو قریبانوے ہزار کی تعداد میں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے، اس سفر کی اطلاع عام ہو گئی تو عرب کے مختلف اطراف سے ایک جم غیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے امداد آیا اور یوں یہ تعداد نوے ہزار سے بڑھ کر ایک لاکھ چوالیس ہزار تک شجاہد کر گئی۔

ذی القعده کی ۲۵ تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوئے مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر واقع مقام ذوالحلیفہ میں رات گزاری۔ دوسرے دن صبح سوریہے غسل زماں کراحرام باندھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھادیکھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعیت نے بھی احرام باندھ لیے۔

مسلمانوں کا یہ جم غیر "اللهم لبیک" کی دلواز صدائیں لگاتا ہوا مکہ کی جانب بڑھا۔ اور ذی الحجہ کی پانچویں تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ججر اسود کو دو مرتبہ بوسہ دیا، بیت اللہ کا طواف کیا پھر مقام ابراہیم پر دور رکعت نماز پڑھی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا مروہ کی سعی فرمائی پھر جن کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے انھیں عمرہ کے احرام کھولنے کا حکم دیا۔ آٹھویں ذی الحجہ کو منی میں قیام فرمایا

نویں ذی الحجہ کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ میدان عرفات تشریف لے گئے اور اٹھی پر سوار ہو کر وہ عظیم الشان خطبہ دیا جو تاریخ اسلام میں "خطبۃ الوداع" کے نام سے

مشہور ہے۔ اور بلاشبہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کا سورج پوری آر دنیا کے ساتھ چمک رہا تھا اور جاہلیت کی تمام بے ہودہ رسمومات رنگ رنگ ہو کر ختم ہو گئی تھیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جاہلیت کے تمام بے ہودہ دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں“

انسانیت کی اوپنی بخش کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

”لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تم ایک باب یعنی آدم علیہ السلام کے بیٹے ہو، لہذا عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گودے پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ سب مسلمان ایک میں بھائی بھائی ہیں،“

لاچار اور بے بس لوگوں کے حقوق کی حفاظت کے بارے میں فرمایا:

”تمہارے غلام بھی انسان ہیں ان کو وہی کھلاو جو خود کھاوا اور ان کو وہی پہناؤ جو خود پہنئو۔“
معاشرے سے سود کی لعنت کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

”جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔“

عورتوں کے بارے میں ارشاد ہوا:

”عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔“

جاہلیت کے خون باطل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جاہلیت کے تمام خون باطل ہیں اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔

قتل اور لوث مار کے بارے میں ارشاد ہوا:

”تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت [ایک ذوسرا پر] ایسا حرام ہے جیسا کہ آج کا دن اس مہینے اور اس شہر میں حرام ہے۔“

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا:

”میں میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟“ سب نے یکت زبان ہو کر جواب دیا کہ:
”قد بَلَغْتَ وَآذِنْتَ وَنَصَّخْتَ۔“

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین بار کہا:

”اے اللہ! تو گواہ رہتا، اے اللہ! تو گواہ رہتا، اے اللہ! تو گواہ رہتا“

اس خطبے کے بعد دیگر مناسک حج ادا فرمائے۔ ذی الحجه کی تیر ہوں تاریخ تھنک منی میں قیام فرمایا۔ یہاں سے روانہ ہو کر وادی محصب میں قیام فرمانے کے بعد خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور آخری طواف کر کے فجر کی نماز نیمیں ادا فرمائی، نماز فجر کے بعد مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے راتے میں ایک مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک چھوٹا سا خطبہ دیا:

”بعد حمد و شاء! اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، بشر ہوں ممکن ہے کہ فرشتے اجل جلد آجائے، جاتے جاتے میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جوہدایت کی کتاب ہے دوسری میری سنت اسے مضبوطی سے پکڑے رہو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر اسلامانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں ذرہ بھر بھی تضاد نہیں پایا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اداساری دنیا کے لیے نمونہ ہے۔ بقول شاہ معین الدین احمد ندوی:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پیغمبر کی زندگی کے چند واقعات کے سوا ان کی سوانح حیات اور اخلاق و سیرت کے حالات محفوظ نہیں ہیں۔ اور ان کا بڑا حصہ افسانوں میں گم ہے۔ اس لیے ان کی عملی زندگی کو نمونہ کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک خدوخال محفوظ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جن مکارم اخلاق کی تعلیم دی ان کو عملًا کر کے دکھایا بھی۔“